ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.7 No.2 2023

عباس تابشؔ کی فطرت پرستانہ امیجری

۱۔ ہمراز خان

پی ایچ۔ ڈی سکالر، شعبۂ لسانیات وادبیات (اردو)، قرطبہ یونیورسٹی آف سائنس اینڈ ٹیکنالوجی، پشاور

۲۔ ڈاکٹر تحسین بی بی

ایسوسی ایٹ پروفیسر، شعبۂ لسانیات وادبیات (اردو)، قرطبہ یونیورسٹی آف سائنس اینڈ ٹیکنالوجی، پشاور

Abstract:

Imagery is a mean of poetic expression whose importance cannot be denied in any way. Analyzing Abbas Tabish's poetry in this context is not devoid of interest. He created imagery by using different sources. But naturalistic aspect of the imagery is most prominent, where he is inspired by moonlight, chirping of birds, innocence of children, delicacy of flowers and loyalty of birds.

Keywords: Nature, Imagery, Abstraction, Crane, Rose, symbolism, Displacement.

انسان اور فطرت کا رشتہ ہمیشہ سے بہت اہم رہا ہے۔ فطرت پرستانہ امیجری میں کوئی شاعر مظاہر فطرت کا سہارا لے کر ایسا لفظی امیج خلق کرتا ہے جس سے ایک یا ایک سے زیادہ حسیات بیک وقت متاثر ہوتے ہیں۔ روزِ اول سے زمانہ حال تک، ہر دور میں اس کی اہمیت کو تسلیم کیا گیا ہے۔ جملہ فنون میں فطرت کا قابل قدر کردار رہا ہے، اور یہاں سے فنون پروان چڑھتے ہیں۔ فطرت سے جڑے رہنے سے ادب تخیل کو بطور وسیلہ استعمال کرتا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی ایک حقیقت ہے انسان نے فطرت کے ساتھ وابستہ رہ کر سکون اور سکھ پایا ہے۔ انسان اور فطرت کے روحانی تعلق کو سلام سندیلوی نے ان لفظوں میں بیان کیا ہے:

> ''چوں کہ فطرت ذی روح ہے، اس لیے اس کے احساسات وجذبات بھی انسان سے ملتے جلتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ غم، خوشی، احترام اور محبت وغیرہ کے جذبات فطرت کے دل میں بھی اسی انداز سے ابھرتے ہیں جس طرح انسان کے دل میں موجزن ہوتے ہیں۔ اگرچہ ان بیانات میں سائنسی صداقت موجود نہیں ہے لیکن ان میں ادبی صداقت ضرور موجود ہے۔" ۱

فطرت کا حسن اور شاعر کی تخلیق کا حسن دونوں اس کی رومانیت اور حسیاتی بیداری کو ظاہر کرتے ہیں۔ ''آکسفورڈ ڈکشنری'' نے فطرت کی تعریف ان لفظوں میں ہے:

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.7 No.2 2023

"زمین کی اصلی شکل و صورت اور ساخت جو انسانی تہذیب کے ہاتھ سے ماورا ہو۔۔۔یعنی وہ فطرت کے جلوے چاروں طرف روزِ ازل سے بکھرے ہوئے ہیں۔اور روزِ ابد تک بکھرے رہیں گے اور جن کی آرائش وزیبائش میں انسان کا دخل نہیں ہے۔" ۲

گویا موجودات ارضی و سماوی جو انسانی دست و ذہن کی دخل اندازی سے مبرا ہوں کو ہم فطرت کہہ سکتے ہیں۔عباس تابشؔ نے اپنی شعری کائنات فطرت کے مختلف پہلوؤں کو اپنی شاعری میں سمونے کی کوشش کی ہے۔عباس تابشؔ کی فطری امیجری کا مطالعہ بلحاظِ فطری عناصر کیا جائے تو ان کی شاعرانہ فضا میں چاند، درخت، پھول اور پرندے ایک خاص علامتی مقام رکھتے ہیں۔

چاند:

چاند کو اس کی خوبصورتی، جمالیاتی کشش اور محبوب سے مشابہت کی وجہ سے شاعری کا موضوع بنایا گیا ہے۔عباس تابشؔ نے چاند کی خوبصورتی اور روشنی سے جس قسم کی امیجری کی بُنت کی ہے اس کا ناقدانہ تجزیہ کرنا بہت ضروری ہے۔کیونکہ اگر ہم چاند کے حوالے سے تابشؔ کی پیش کردہ نوری امیجری کو دیکھیں تو چاند اور چاندنی ان کی پیکرانہ شاعری میں مضبوط حوالے بن سکتے ہیں۔

گھومتا پھرتا ہے تنہا رات کو
سردیوں کا چاند پاگل ہو گیا ہے ۳

متذکرہ بالا شعر میں ہلکی منظر کشی کے ساتھ ساتھ کئی حواس کو ابھارا گیا ہے۔کامیاب امیجری کی ایک خوبی یہ بھی ہو سکتی ہے کہ اس سے تمام حواس یا زیادہ سے زیادہ حسیات بیدار ہوں۔گھومنا ایک مختلف انداز میں تحرک کے احساس کو بیدار کرتا ہے۔رات کی تنہائی ایک الگ صوتی اثر کا حامل امیج ہے،اور خزاں کی راتیں سردی کا احساس لیے ہوئے ہیں۔ایک سرد سیاہ خزاں کی رات، جس میں تنہا چاند آہستہ آہستہ اپنی منزل کی سمت بڑھ رہا ہے۔نور سے بھرپور حرکت، سناٹے اور ٹھنڈک کے احساسات باہم مل کر امتزاجی امیجری کی تشکیل کرتے ہیں۔نوری امیج کی تخلیق میں وہ کس قدر جمالیاتی سرمستی کا شکار ہیں مثال دیکھیے:

چاند نکلے اور اس کی عزت افزائی نہ ہو
کیسے ممکن ہے نگر میں کوئی سودائی نہ ہو ۴

یہاں بھی چاند کے ساتھ سودائی کا ذکر ہے لیکن اس سے مذکورہ بالا شعر میں چاند پاگل کی طرح مارا مارا پھرتا ہوا دِکھایا گیا ہے۔یہ کیسے ممکن ہو سکتا ہے کہ بستی میں چاند طلوع ہو اور چاند کا کوئی عاشق نہ ہو۔ عباس تابشؔ روشنیوں سے وابستہ امیجری کا استعمال ندرت اور کثرت سے کرتے ہیں:

کہ جیسے شاخ پہ پھول اور آسمان پہ چاند
کسی نے آنا ہو ایسے تو آنا بنتا ہے۵

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.7 No.2 2023

چاند کے بیان میں عباس تابشؔ نے کمال کے حسین پیکر و مناظر تراشے ہیں۔ان کے نزدیک چاند اپنی جمالیاتی شکل میں ظاہر ہوا ہے،اور انھوں نے اس روایتی علامت کو بہت سے معانی سے بھر دیا ہے۔تابشؔ نے چاند سے روشنی، خلوت، خوبصورتی اور باطنی شعور جیسے مقاصد حاصل کیے ہیں۔ان کے ہاں چاند کی چاندنی سے سجی امیجری ہمارے سامنے جیتی جاگتی، بولتی چالتی مورتوں کی صورت میں اپنے وجود کا جواز پیش کرتی ہے۔ چاند کو لے کر عباس تابشؔ تخلیقی تخیلاتی کاریگری کا سہارا لے کر ایک حسین خیالی دنیا آباد کرتے ہیں۔اس وسیلے سے ہم ایک اچھوتے عکس کو ذہن پر بنتا محسوس کرتے ہیں، جہاں احساس کے ساتھ جمال کی تازگی دیکھنے کو ملتی ہے۔ جیسے چاند کے بال بنادینااور شاخ صنوبر کی انگلیاں بنا کے چاند کے بالوں میں انگلیاں پھیروانا۔یہ ایک امیجری کی تخلیق کا بالکل ایک نیاانداز ہے شعر دیکھیے:

کیوں پھیرتی ہے چاند کے بالوں میں انگلیاں
کس کام پر ہے شاخِ صنوبر لگی ہوئی ٦

چاند کے جمالیاتی پہلو کے علاوہ عباس تابشؔ نے چاند کو انسان کے دکھ درد کا ساتھی بھی دکھایا ہے، جیسے کوئی درد مند دل رکھنے والا ظلم کو دیکھتے ہوئے اُداس اور غمگین ہو جاتا ہے۔اور لا محالہ رو کے اپنی آنکھیں سرخ کرلیتا ہے، یہی حال چاند کا بھی ہے لیکن یہاں چاند کی صرف آنکھیں ہی سرخ نہیں بلکہ پورا چاند سرخ رنگ میں رنگا ہوا ہے۔اور سرخی کسی ظلم پہ رونے سے در آئی ہے،اس حوالے سے ایک امیج ملاحظہ کیجے:

چاند بھی سرخ ہے آنکھوں کی طرح
یہ کسی ظلم پہ رویا ہوگا ٧

درخت:

عباس تابشؔ کی امیجری کا وہ پہلو بڑی اہمیت کا حامل ہے جس کے تمام موضوعات فطرت سے متعلق ہیں۔ان کی شاعری میں اگر فطرت پرستانہ امیجری کا جائزہ لیا جائے تو محسوس ہوتا ہے کہ ان کی نگاہیں بار بار درختوں یا پرندوں کی طرف لوٹتی ہیں۔ان کی شاعری میں شجر کو ایک خاص اہمیت حاصل ہے۔ویسے بھی اگر ہم انسانی تہذیب کا مطالعہ کریں تو تاریخ میں شجر کی چھاؤں عرفان و آگہی اور نروان کے حصول کا مقام ہے۔اس کے گھنے سائے میں نروان حاصل ہوتا ہے، درخت نے ہمیشہ سے انسان کی دستگیری کی ہے۔اس کے لیے شجر زمانوں سے ایک جگہ رہ کر اپنے ہاتھ شاخوں کی صورت میں پھیلا کر یہ فریضہ سرانجام دیتا ہے۔یہ ان کی درختوں کے ساتھ گہری وابستگی کا نتیجہ ہے کہ شجر کا تذکرہ ان کی اقلیم فن میں جا بجا دکھائی دیتا ہے۔عباس تابشؔ کے ہاں درخت بیک وقت دوست، دستگیر، دان دتار، محبوب اور ہمراز کی صورت میں سامنے آتا ہے۔ان کی امیجری میں درخت کا کٹنا ہمیں انسان کا کٹنا نظر آتا ہے۔ان کی شاعری میں درخت سے وابستہ امیجری کئی صورتوں میں ہمارے سامنے آتی ہے،انھوں نے شجر کو نہ صرف ہر روپ میں دیکھنے کی کوشش کی ہے بلکہ بہت قریب سے اس کا نظارہ بھی کیا ہے۔فطرت اور فطری مظاہر (خصوصاً درختوں) کے بارے میں ناصر کاظمی کہتے ہیں کہ:

''فطرت کوئی Romantic چیز نہیں ہے۔۔۔۔یہ ایک بڑی مہذب تہذیب ہے جسے صدیوں میں انسان نے خون دے دے کر پالا ہے،اس کے استعارے اس کی زندہ علامتیں ہیں۔آپ اندازہ کریں جس شہر میں

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.7 No.2 2023

درخت ہوں، پرندے ہوں، کبوتر ہوں، چڑیاں ہوں، آسمان کھلے ہوں وہ کوئی Romantic نہیں ۔Romantic کون کہتا ہے۔اس کے پیچھے تصور کرو اُس معاشرے کا کہ کیسے لوگ بستے ہوں گے جنھوں نے وہ پھول لگائے ہیں۔۔۔وہ درخت اگائے ہیں۔'' ۸

عباس تابش ؔکبھی ہجر کی بات کرتے ہیں، کبھی بے گھری، تو کبھی ہجرت کی۔اور وصال کے معاملے میں وہ فقط خوابوں کی دنیا بسا لیتے ہیں۔اس بات کا ادراک کرتے ہوئے کہ اُن کی محبت لا حاصل کے سوا کچھ نہیں ، تو یہی جذباتی و روحانی خلا پُر کرنے کے لیے شجر کا سہارا لیتے ہیں۔ جبھی تو ان کی شاعری میں درخت، پیڑ اور شجر مضبوط سہاروں کے طور پہ سامنے آتے ہیں۔اِن سب کے بیاں میں کمال جدت کا ثبوت دیا ہے،درخت اور پرندے ان کی شاعری میں بنیادی عناصر ہیں۔اس حوالے سے عباس تابش ؔکہتے ہیں:

''اس طرح درخت ہے،درخت مجھے ولی لگتا ہے۔ ہمارا کوئی ایک بچھڑ کر چلا جائے تو ہم بہت چیختے دھاڑتے ہیں ہجر مناتے ہیں۔درخت کے جسم سے اگنے والے لاکھوں کروڑوں پتے ایک موسم میں اُسے چھوڑ کر چلے جاتے ہیں۔اور وہ وہیں خاموش کھڑا رہتا ہے اور اگلے پتوں کے انتظار میں کئی موسم گزار دیتا ہے۔درخت خود دھوپ میں جلتا ہے ہمیں سایہ دیتا ہے،درخت کہیں نہیں جاتا،ہم پر حالات تنگ ہو جائے، شہر تنگ ہو جائے تو ہم ہجرت کی طرف قدم بڑھاتے ہیں۔ لیکن درخت کبھی اپنی زمین نہیں چھوڑتا،درخت جتنا زمیں سے وفادار ہوتا ہے ہم شاید اُتنے نہیں ہوتے ،درخت ہمیں سکھاتا ہے کہ وفاداری کیا ہوتی ہے۔ اگر صبر سیکھنا ہے تو یہ بھی درخت بتاتا ہے کہ کوئی بھی موسم ہو درخت جو ہے اسے برداشت کرتا ہے۔اور ایک موسم جسے بہار کہتے ہیں اس کے انتظار میں تمام موسموں کو اپنے اوپر جھیلتا ہے۔ مجھے لگتا ہے یہ جو ہے یہ دستِ دعا ہے،اللہ نے یہ مجسم دعائیں زمین پر اُتاری ہوئی ہیں۔اس لیے ''الشجر یسجدن'' کہ درخت جو ہے یہ بھی اُس کی بارگاہ میں سجدہ کرتے ہیں۔درخت سے باتیں کرو،درخت کی باتیں سنو،اور ایسے لوگ جو یہ کرتے ہیں تو یقیناً میری شاعری سے بہت محبت کرتے ہیں۔میں انھیں شعر سناتا ہوں جو میری شاعری میں پرندوں کو سنتے ہیں،میری شاعری میں درختوں کی باتیں سنتے ہیں۔'' ۹

عباس تابش ؔنے اپنی شاعری میں درختوں کے محسوسات اور جذبات کی تصویری جھلکیاں دکھائی ہیں۔ جہاں ہم درختوں کو کبھی اداس تو کبھی خوش دیکھتے ہیں۔ کبھی ایسا موقع بھی آیا ہے کہ شاعر نے اِنہیں اپنے ساتھ ہم کلام ہوتے بھی دکھایا ہے:

سنو تم آخرِ شب گفتگو درختوں کی
یہ کم کلام کیا کیا کلام کرتے ہیں ۱۰

شاخ پر بیٹھے پرندے کو اُڑانے والے

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.7 No.2 2023

پیڑ کے ہاتھ میں پتھر بھی تو ہو سکتا ہے ۱۱

سایہ زندگی میں راحت اور سکون کا ایک وسیلہ ہے۔ ادب میں خاص طور پہ شاعری میں دھوپ اور سایہ زندگی کے شدائد یا راحتوں کی اکثر صورتوں کے لیے علائم کی شکل میں استعمال ہوتے ہیں۔ یہاں جب سائے کا تذکرہ کیا جاتا ہے تو یہ فقط شجر کا سایہ نہیں رہتا بلکہ اس کی صورت متنوع ہو جاتی ہے۔ ساتھ میں یہی حال دھوپ کا بھی ہے جہاں دھوپ صرف سورج ہی کی نہیں بلکہ تمام تر تکالیف کا استعارہ بن کے سامنے آتی ہے:

دھوپ میں چھاؤں چھڑکتی ہیں گھنیری پلکیں
مہرباں ہوکے وہ دیکھے تو شجر لگتا ہے ۱۲

اے کسی کے شاخ سے نازک بدن
کوئی تازہ پھول ہم پر پھینک دے ۱۳

یوں ہی خیال آتا ہے بانہوں کو دیکھ کر
ان ٹہنیوں پہ جھولنے والا کوئی تو ہو ۱۴

مرقومہ بالا شجری فضا سے یہ تاثر عمیق ہو جاتا ہے کہ عباس تابشؔ درختی امیجری کی وساطت سے معاملات طے کرنے کا ہنر خوب جانتے ہیں۔ وہ ان سے ہم کلام ہوتے ہیں، اور اپنی بے چینیوں کا ذکر کرتے ہیں، وہ برگ ریز میں درختوں کے ساتھ ہجر مناتے ہیں، ان پہ پتے اور بور آنے تک موسم بہار کے انتظار میں ان کے ساتھ انتظار کشیدہ کرتے ہیں۔ تابشؔ نے درختوں کو اپنا مہرباں جانا ہے اور اس بنا پہ درختوں سے ایک گہری ایسوسی ایشن قائم رکھی ہے۔

پرندے:

فطرت کی ذیل میں اگر عباس تابشؔ کی شاعری کا مطالعہ کیا جائے تو پرندے ان کی شاعری میں جزولاینفک کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ ان کے یہاں فطرت پہ مبنی کلام میں جابجا طیور کے تذکرے ملتے ہیں۔ مظاہرِ فطرت کے بیان میں وہ پرندوں کے تذکرے کا موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتے ہیں۔ پرندے، پھول اور بچے فطرت کے حسین رنگ وروپ ہیں، ان میں ایک طرف دھرتی کا جمال جھلکتا ہے اور دوسری طرف زندگی کے تسلسل کے علائم بھی ہیں۔ پھول فطرت کا زیور ہیں، پرندے آہنگ ورنگ اور بچے اس دھرتی کا مستقبل ہیں۔ وہ پرندوں سے بات کرنے کا ہنر جانتے ہیں، کیونکہ انھوں نے پرندوں سے بچپن ہی سے ہمدردی اور محبت پالی ہے۔ اور ایک موقع پہ اس روحانی لگاؤ کا اظہار اپنے لفظوں میں کچھ یوں کرتے ہیں:

> ''مجھے درختوں اور پرندوں سے عشق ہے، میں بچپن میں پرندوں کو دانہ ڈالا کرتا تھا۔ ہمارے گھر کے قریب بیری کے درخت تھے اُن پہ چڑھ کے میں بیر چنتا تھا۔ ایک عجیب ماحول تھا وہ جس میں پرندوں کی آوازیں

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.7 No.2 2023

درختوں کی گفتگو مجھے سنائی دیتی تھی، آج تک بھی میں اُس ماحول میں ہوں۔اس لیے میرے دوست مجھے پرندوں اور درختوں کا شاعر سمجھتے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس زمانے میں پرندے آواز غیب کی آواز ہے، وہ معنیٰ بے لفظ بولتا ہے۔آپ پرندے سے بات کرنا چاہیں، تو وہ وقت یقیناً آجاتا ہے جب پرندے کی آواز آپ کو سمجھ آنے لگتی ہے کہ وہ آپ سے کیا باتیں کر رہا ہے۔اور اگر یہ باتیں شاعری کی زبان میں ہو تو پرندے کی آواز اور زیادہ سنائی دینے لگتی ہے۔'' ۱۵

عجیب حسرتِ پرواز مجھ میں ہوتی تھی

میں کاپیوں میں پرندے بنایا کرتا تھا ۱۶

اس شعر میں یادداشتی امیج کا سہارا لیا گیا ہے لیکن یہاں جو منظر نامہ بن رہا ہے وہ حرکیات وصوتیات کا مجموعہ ہے۔ظاہری بات ہے کاغذ کی اپنی ایک آواز ہو سکتی ہے ساتھ میں قلم کی کش کش کی آواز اس میں مل جاتی ہو گی۔تو مجموعی طور پہ اس شعر میں بصری، حرکی اور صوتی حسیات کا ادغام ہوتا ہے۔اور اس سے آگے کا شعری حوالہ ملاحظہ کیجیے، بالکل نادر خیال کو امیجری کے سانچے میں مقید کیا گیا ہے۔عباس تابش ؔکی رومانوی شاعری میں پرندے کی موجودگی سب سے نمایاں ہے۔ان کی امیجری میں پرندہ ایک فعال اور نامیاتی علامت کے طور پر سامنے آتا ہے۔انھوں نے پرندوں کو شاعرانہ طور پہ معصومیت اور لازوال محبت کے طور پہ پیش کیا ہے:

مٹی کی محبت میں گرفتار پرندے

جاتے نہیں دیکھے کبھی اس پار پرندے ۱۷

عباس تابش ؔکی شاعری میں ''پرندہ'' لفظ کے معنی چھوڑ کے ارد گرد کے پھیلے ہوئے امکانات کو اپنے اندر سمو لیتا ہے۔پرندہ اور اس نوع کے دوسرے لفظوں کے حوالے سے کی گئی شاعری سے اس امر کا بخوبی ادراک کیا جا سکتا ہے۔ان کے ہاں'' پرندہ'' محض پرندہ نہیں ہے بلکہ کئی سطح پہ زندگی کی علامت بن کر سامنے آتا ہے۔ جیسے پرندوں کا کُوچ کر جانا اور ان کا معدوم ہونا زندگی کی معصومیت کے فقدان کا اشارہ ہے۔لیکن اس کے ساتھ تالاب کی ادھورے پن اور تنہائی کا عکس بھی دیکھنے کے لائق ہے جب پرندہ تالاب کو چھوڑ جائے:

یہ ہیں ادھورے پن کی اذیت کے سلسلے

تالاب رہ گیا ہے پرندہ نہیں رہا ۱۸

عباس تابش ؔامیجری کی تمام باریکیوں پہ نظر رکھنے والے ایک حساس شاعر ہیں۔اور انھوں نے فطری امیجری میں انسانیت کا درد سمو دیا ہے۔جہاں بے گھری کا احساس بھی ہے، پرندوں سے اُنسیت ان کی نقلِ مقانی، اور انسان کو درپیش مسائل کا عکس ہمیں پرندوں کے ذریعے دکھانے کی کامیاب سعی کی ہے۔ہجرت انسانوں اور پرندوں میں یکساں قدر کی حیثیت رکھتی ہے۔اس مشترکہ قدر کے محرکات دونوں تقریباً ایک جیسے پائے جاتے ہیں۔یہاں عباس تابش ؔاس شعر میں ہجرت اور

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.7 No.2 2023

دربدری میں تضاد کے ایک اہم پہلو کی نشاندہی کی ہے۔ وہ یوں کہ ہجرت انسان کو بھی لاحق ہے اور کونج جیسے پرندوں کو بھی۔ لیکن انسان کی ہجرت چپ چھاپ ہوتی ہے جب کہ کونجیں شور مچاتے ہجرت کرتی ہیں۔ یہاں ہم کونجوں کی ڈار کو اُڑتے اور شور مچاتے دیکھتے اور سن سکتے ہیں:

اک دربدری ہم کو بھی لاحق ہے مگر ہم

کونجوں کی طرح شور مچایا نہیں کرتے ۱۹

کونج محبت اور وفاداری کے لیے مشہور پرندہ ہے کبھی شکار یا کسی اور وجہ سے جب اپنا ساتھی کھو چکی ہے۔ تو باقی ماندہ وقت جدائی میں گزار تو لیتی ہے لیکن کوئی دوسرا محبوب نہیں بناتی۔ اس حقیقت کو لے کر" ڈار سے بچھڑی ہوئی کونج" جیسے امیج کو اپنی جدائی کی کیفیت کا عکاس بنا دیا ہے:

بس یہ کہنا تھا مجھے چھوڑ کے جانے والو

ڈار سے بچھڑی ہوئی کونج نے مرجانا ہے ۲۰

عباس تابشؔ کے یہاں پرندے زندگی کی روح میں شگفتگی اور رس گھولتے ہیں۔ ان کے نرم پروں کی حرکت اور لمس سے فطرت کے روحانی وجود میں جان پڑتی ہے۔ ان کا رسیلہ نغمہ کسی کے دل میں اضطراب کو اطمینان میں بدل دیتا ہے، تو کسی کے دل میں درد کی ہلکی سے لہر جاگ جاتی ہے۔ مگر افسوس کہ پرندوں کی صورت میں خوش رنگ قدروں کو معدومیت کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔

پھول:

لفظ پھول کو لے کر اردو میں بہت ساری تراکیب اور محاورات تراشے گئے ہیں۔ جیسے پھولوں کی سیج، کسی کی راہ میں پھول بچھانا، پھولوں کے ساز، پھول سے بول وغیرہ۔ پھول عالم رنگ و بو کا امیج ہے۔ یہ ایک دلکش علامت ہے جس سے رنگینی و رعنائی، خوشیوں اور خوشبوؤں کا احساس اجاگر ہوتا ہے۔ دنیا کے وہ علاقے جغرافیائی لحاظ سے خوش قسمت ہوتے ہیں جہاں پھولوں کی بہتات ہوتی ہے۔ پھولوں کا ذکر قدیم روایات اور کہانیوں میں کثرت سے آیا ہے خصوصی طور پہ عشقیہ کہانیوں میں اس کا ذکر بڑے اہتمام کے ساتھ کیا گیا ہے۔ اگرچہ جہاں میں پھیلے رنگ ہر جگہ دیکھنے کو ملتے ہیں۔ لیکن بنیادی طور رنگوں کا ادراک ہمیں مختلف رنگ کے پھولوں کو دیکھ کے حاصل ہوتا ہے۔ پھول ایک آفاقی علامت ہے اور یہ دل میں بسی محبت کی ترجمانی کرتا ہے، عباس تابشؔ نے ہتھیلی پہ رکھے پھول کو دل کہا ہے:

یہ جو ہے پھول ہتھیلی پہ اسے پھول نہ جان

میرا دل جس سے باہر بھی تو ہو سکتا ہے ۲۱

Vol.7 No.2 2023
ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022

پھول شاخِ گل کو خوبصورتی عطا کرتا ہے اور خوشبو کا سرچشمہ بھی پھول ہے۔ شاعری میں اس کا استعمال نازک اندام محبوبہ اور اس کے نقش و نگارِ وجود کو عیاں کرنے کے لیے کیا جاتا ہے۔ اس اعتبار سے تابشؔ نے کیا خوبصورت شعر کہا ہے ایک طرف لہو کے اشک اور دوسری طرف پھول سے نازک ہونٹوں کے ہلنے سے پھول کی پتیوں کے جھڑنے کا نظارہ دیکھیے:

خدا نے ہم میں یہ قدر مشترک رکھی
کہ میری آنکھ ترے لب سے پھول جھڑتے ہیں ۲۲

یہ شعر کئی کیفیات کا حامل ہے، دونوں مصرعوں میں مختلف امیجز کا سہارا لیا گیا ہے۔ پھولوں اور گلابوں سے وابستہ مضامین میں اکثر ہمارا واسطہ خاروں سے پڑتا ہے۔ لیکن تابشؔ امیجری میں اس روایت کے برعکس چلے ہیں۔ گلاب کے ساتھ انھوں نے وہ مضامین پیش کیے ہیں جن سے عمومی طور پر نرماہٹ و ریشمی احساس اجاگر ہوتا ہے۔

بچے:

بچے سراپا معصومیت کے پیکر ہوتے ہیں یہی وجہ ہے کہ عباس تابشؔ ان سے خاص لگاؤ کا اظہار کرتے ہیں۔ عباس تابشؔ نے باقاعدہ بچوں کے لیے شاعری تو نہیں کی لیکن بچوں کی سادگی اور معصومیت سے متاثر ضرور ہیں۔ ہم نے دیکھا ہے وہ اپنے بچپن کی محرومیوں اور دکھوں کا اظہار کھل کے کرتے ہیں۔ ساتھ میں تجرباتی طور پہ ان محرومیوں سے گزر کر چکے ہیں، تبھی تو وہ ایک دردمند شاعر کے طور پہ بچوں کی محرومیوں کو محسوس کرتے ہوئے ان کی پریشانیوں، نفسیات و اشغال کو اپنی امیجری کا حصہ بناتے ہیں۔ عباس تابشؔ کے یہاں امیجری کا تنوع ان کے یہاں ''بچے'' کے امیج میں بھی واضح طور پر دیکھا جا سکتا ہے۔ اس سے وابستہ امیجری کی معنویت اور اس کا بھولپن زندگی کی معصومیت کا ترجمان ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ اس میں شاعر کے لاشعور میں بچوں سے محبت کی جھلک اور خواہش کی عکاسی بھی ہوتی ہے۔ بچے آج بھی کھلونوں کو اپنا ساتھی سمجھتے ہیں اور ان سے ہم کلام ہونے، کھیلنے میں مسرت پاتے ہیں:

کبھی کبھی کسی بچے کی روح آتی ہے
کبھی کبھی مرے گھر میں گیند اُچھلنے لگتے ہیں ۲۳

بچے گلی محلے میں شرارتیں کرتے اپنی فطری کارروائیاں جاری رکھنے میں اپنی فطرت سے مجبور ہوتے ہیں۔ ایسی ہی ایک دلچسپ صورتحال کی ایک جھلک ملاحظہ کیجیے:

بوڑھا مالی تو اُسے گھور رہا ہے کب سے
آم کے پیڑ سے اب تک نہیں بچہ اُترا ۲۴

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.7 No.2 2023

طفلی امیجری میں عباس تابش نے معصومیت اور شرارت کے ساتھ ساتھ کہیں کہیں ان محرومیوں کا ذکر بھی کیا ہے جن کا تعلق ان کی ذات سے ہے۔ جیسے کہ طویل عرصے تک اولاد کی نعمت سے محروم رہنا، یہ بھی ان کی شخصیت کا وہ روپ ہے جو ان کی امیجری میں جھلکتا ہے۔اس کے علاوہ خوف جو بچپن سے اب تک ان کے ساتھ رہتا ہے لیکن وہ جب بھی خوفزدہ ہو جاتے ہیں تو تخلیقی بن جاتے ہیں۔اس لحاظ سے دیکھا جائے تو خوف ان کے تخلیقی عمل میں مہمیز کا کام سرانجام دیتا ہے۔

بہار:

بہار زندگی کی نمو، بارآوری اور تازگی سے عبارت ہے ہستی کے طوفان بہار کے مقابلے میں خزاں کم مایہ ہیں۔ برگ ریز کا دوسرا نام افسردگی اور موت ہے،اس کے بر عکس بہار زندگی کی رنگینیوں اور شادابیوں کا نام ہے۔تابش کی فطرت پرستانہ امیجری کا ایک اہم پہلو بدلتے ہوئے موسموں کی عکاسی بھی ہے۔ خزاں کی بے رنگی میں چھپی دل آویزی ہو بہاروں کے پر کیف نظارے، تابش نے دونوں منظر ناموں کو نہ تو یکساں دلچسپی سے دیکھا ہے اور نہ ان کو اپنی شاعری میں متوازی جگہ دی۔ان کی امیجری میں ایسے مواقع کثرت سے دیکھنے کو ملتے ہیں جہاں ان کا بہاروں کی طرف جھکاؤ زیادہ ہوتا ہے۔وہ بہاریہ امیجری میں رنگوں کا زیادہ استعمال نہیں کرتے، پھول کا ذکر کر تو لیتے ہیں لیکن ان کے رنگ کا انتخاب قاری کی استعدادِ تخیل پہ چھوڑ دیتے ہیں۔اور قاری اپنی ذہنی افتاد کے تحت کسی بھی رنگ کا چناؤ کر لیتا ہے۔ جیسا کہ ذیل کے شعری نمونوں سے عیاں ہوتا ہے:

شاخ پر ایک پھول بھی تابش

مجھ سے ملنے بہار میں آیا ۲۵

یہ شعر بصری و مشمومی سطح پہ متحرک نقوش کا حامل ہے،اس میں سب سے غالب عنصر بصری کیفیت کا ہے۔انسانی تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ انسان ازل سے فطرت کے ساتھ جڑا رہا ہے۔ وہ جہاں بھی رہتا ہے وہاں کے موسموں، فضاؤں اور گرد و پیش سے خود کو ہم آہنگ کرنے کی سعی کرتا ہے۔اس کا یہی طرز عمل اس کی دانش مندی کا مظہر ہے۔ادبیات عالم کی تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ ہر عہد میں شاعری کسی حد تک فطرت سے متاثر رہی ہے۔ یہاں تک کہ کچھ شعرا شاعر فطرت کہلانے لگے، ہر شاعر نے کسی نہ کسی طور پر فطرت سے اپنی وابستگی کا اظہار ضرور کیا ہے۔ عباس تابش فطری امیجری کی تمام رعنائیوں پر نظر رکھنے والے شاعر ہیں۔" تمہید" سے لے کر" شجر تسبیح کرتے ہیں" تک تمام شعری سفر میں انہوں نے مظاہر فطرت خاص طور پر پرندوں، درختوں، پھولوں، تالابوں اور بچوں وغیرہ کا ذکر تواتر کے ساتھ کیا ہے۔

حوالہ جات

۱۔ اسلام سندیلوی، ڈاکٹر، اردو شاعری میں منظر نگاری، لکھنؤ: نسیم بک ڈپو، ۱۹۶۸ء، ص ۱۶

۲۔ بحوالہ ملک غلام حسین، مجید امجد اور ورڈز ورتھ کی شاعری میں فطرت اور ماحول (تحقیقی مقالہ برائے پی ایچ۔ڈی، لاہور: منہاج یونیورسٹی، ۲۰۱۷، ص ۱۰

۳۔ عباس تابش، عشق آباد کلیات، لاہور: الحمد پبلی کیشنز، ۲۰۱۵، ص ۱۸۳

۴۔ ایضاً، ص ۴۸۰

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.7 No.2 2023

۵۔ایضاً،ص۶۶۶

۶۔ایضاً،ص۵۶۰

۷۔ایضاً،ص۴۳۳

۸۔ ناصر کاظمی،کلیاتِ ناصر،لاہور: جہانگر بک ڈپو،،۱۹۹۴،ص ۴۴

۹۔http//fb.watch/IF_F705zV/?mibextid=irwG9g

۱۰۔ عباس تابش،عشق آباد کلیات،لاہور :الحمد پبلی کیشنز،۲۰۱۵،ص ۵۳۴

۱۱۔ایضاً،ص ۵۲۸

۱۲۔ایضاً،ص۱۴۷

۱۳۔ایضاً،ص۲۰۶

۱۴ایضاً،ص ۴۸۴

۱۵۔http//fb.watch/IF_F705zV/?mibextid=irwG9g

۱۶۔عباس تابش،عشق آباد کلیات،لاہور :الحمد پبلی کیشنز،۲۰۱۵،ص۲۹۸

۱۷۔ایضاً،ص۴۸۸

۱۸۔ایضاً،ص۶۷۲

۱۹۔ایضاً،ص۲۱۱

۲۰۔ایضاً،ص۴۷۷

۲۱۔ایضاً،ص۵۹۷

۲۲۔ایضاً،ص۲۲۰

۲۳۔ایضاً،ص۳۰۳

۲۴۔ایضاً،ص۵۵۷

۲۵۔ایضاً،ص ۵۳۴